پنجاب اُردو اور ہندی کا مولد

ڈاکٹر محمد حنیف خلیل

PUNJAB IS THE BIRTH PLACE OF URDU AND HINDI

Abstract

Punjabi language was previously known Lahori and before that it was called Hindvi and Hindostani which were actually the different variations of Urdu language. Therefore we want to illustrate the similarity of Punjabi Urdu and Hindi and the linguistic relation among them. Author of Punjabi mai urdu (Urdu in Punjab) Hafiz Mehmood Sherini argues that Urdu is not the language of Delhi but it was a language that accompanied to India. Muslims had migrated into India from Punjab, therefore they must have brought along-with a language that belonged to Punjab. The Political situation, the structure of Urdu, cultural background and other factors support this concept. After it that concept became very strong and most of the researchers corroborated it. Certain linguists made a few additions to the concept and some other researchers presented the statement of sheroni in a distorted form. In this paper all the contradictory concepts in this connection will be investigated to get the logical findings.

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، قومی ادارہ برائے مطالعہ پاکستان، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد

اُردو زبان کے جنم بھومی کے حوالے سے مختلف محققین کی جانب سے کئی آراء موجود ہیں۔سب سے پہلے ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی نے ۱۹۲۳ء میں ''دکن میں اُردو'' لکھ کر اس بحث کا منظّم آغاز کیا کہ اُردو زبان دکن میں پیدا ہوئی ہے۔اس کے بعد کئی دیگر محققین نے اس بحث میں حصہ لیا اور باقاعدہ تصنیفات وتالیفات مرتب کیں جن میں اُردو زبان کی جنم بھومی کے ضمن میں گجرات، سندھ، سرحد (خیبر پختونخو)، بلوچستان اور چند دیگر جغرافیائی اکائیاں اُردو زبان کے مسکن ومولد قرار دیئے گئے۔اس سلسلے میں سید سلیمان ندوی نے سندھ کو اُردو زبان کو مولد قرار دیا اور امتیاز علی خان عرشی نے اُردو زبان کا ماخذ پشتو زبان بتایا جبکہ انعام الحق کوثر نے ''بلوچستان میں اُردو'' لکھ کر صوبہ بلوچستان کو اس زبان کا جائے تولد قرار دیا ہے۔

اُردو کی ماخذ زبانوں میں ایک نمایاں زبان پنجابی بھی سمجھی جاتی ہے۔اس نظریے کے سب سے ممتاز اور اولین شارح نامور محقق ودانشور حافظ محمود شیرانی ہیں۔انہوں نے محمد حسین آزاد کی اس رائے کہ ''اُردو برج بھاشا سے نکلی ہے'' کی تردید میں ۱۹۲۸ء میں ''پنجاب میں اُردو'' لکھ کر اپنا موقف پیش کیا۔ان کا موقف یہ تھا:

> ''اُردو دہلی کی قدیم زبان نہیں ہے، بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دہلی میں جاتی ہے اور چونکہ مسلمان پنجاب سے ہجرت کر کے جاتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ پنجاب سے کوئی زبان اپنے ساتھ لے کر گئے ہوں! اس نظریے کے ثبوت میں اگرچہ ہمارے پاس کوئی قدیم شہادت یا سند نہیں لیکن سیاسی واقعات اُردو زبان کی ساخت نیز دوسرے حالات ہمیں اس عقیدے کو تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں'' (۱)

اس کے بعد اس نظریے کو بہت تقویت ملی اور اکثر محققین ننے اس کی تائید کی۔بعض لوگوں نے اس پر کچھ اضافے بھی کیے اور بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے شیرانی مرحوم کے بیان کو غلط شکل میں پیش کیا۔شیرانی مرحوم نے اُردو کی جنم بھومی پنجاب کی سرزمین بتایا ہے اور دونوں زبانوں کی گرامری ساخت کی یکسانیت پر بحث کی ہے لیکن بعض ماہرین لسانیات نے ان کی اس بیان کو یوں پیش کیا کہ اُردو پنجابی زبان سے ماخوذ ہے اور پھر اس کو رد بھی کیا، مثلاً ڈاکٹر سہیل بخاری لکھتے ہیں:

> ''حافظ محمود شیرانی مرحوم نے اپنی کتاب میں اُردو کو پنجابی کی بیٹی ثابت کرنے کے سلسلے میں جو خصوصیات بیان کی ہیں ان میں سے کچھ تو اُردو اور پنجابی کے علاوہ دوسرے معاصر زبانوں میں بھی ملتی ہیں اور کچھ ایسی ہیں جو ان سے قبل قدیم زبانوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ظاہر ہے کہ اس قسم کے مطالعے سے جو اشتقاقی نظریہ قائم کیا جائے گا وہ صحیح نہیں ہوگا۔'' (۲)

ڈاکٹر وحید قریشی نے شیرانی مرحوم کی بات دہرائی اور کہا:

> ''اُردو پنجابی کے لسانی سانچے یکساں ہیں۔ ہند آریائی زبانوں کے خانوادے سے متعلق ہونے کی وجہ سے

دونوں زبانوں کی صرف ونحوایک ہے بلکہ بیشتر ذخیرہ الفاظ بھی مشترک ہے۔ پاکستان کے باشندے آج بھی اُردو میں تذکیر و تانیث کے مسائل دلی ولکھنو کے حوالے سے نہیں مقامی زبانوں ہی کے حوالے سے طے کرتے ہیں۔ اس اہم اور اساسی حقیقت کا احساس کسی قدر دھندلا جانے کے سبب کئی ہیں۔ اس کے لئے ہمیں اُردو زبان کے تاریخی ارتقا کا جائزہ لینا پڑے گا اور دور حاضر میں بروئے کار بعض سیاسی تحریکات کے اثرات کی شناخت بھی کرنی پڑے گی''۔(۳)

ان موئیدین نے شاید شیرانی مرحوم کی رائے کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ خود شیرانی مرحوم کی رائے میں پنجابی کے ساتھ ملتانی زبان کی طرف بھی اشارہ موجود ہے جس کو وہ پنجابی کی شاخ بتاتے ہیں لیکن ملتانی بذات خود بعد میں سرائیکی بن گئی ہے جس میں سندھ کا بہت زیادہ علاقہ بھی شامل ہوا ہے اور سرائیکی کی وہ شاخ پنجابی سے زیادہ سندھی سے ملتی ہے۔

اس ضمن میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور یوں رقم طراز ہیں:

''اُردو اور پنجابی زبان کے مابین بھی ماں بیٹی کا رشتہ نہیں۔ بہن بہن کا رشتہ ہے۔ یعنی اُردو زبان کا اصل سرچشمہ پنجابی یا کھڑی بولی نہیں بلکہ وہ قدیم زبان ہے جس سے پنجابی اور کھڑی بولی نکلی ہے اور جو کسی وقت سارے شمالی، مغربی سرحدی علاقوں میں بولی جاتی تھی''۔(۴)

نصیر الدین ہاشمی نے شیرانی مرحوم کی رائے سے یوں اختلاف کیا ہے:

''پنجاب کے مولد ہونے کے متعلق مولف ''پنجاب اور اُردو'' مولانا محمود شیرانی نے بڑی تفصیل سے بحث کی ہے، مگر جب تک مسعود کا ہندی دیوان دستیاب نہ ہو اس کی حقیقت کو صحیح نہیں کہا جا سکتا ہے اور جیسا کہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری کی رائے ہے، پنجابی اُردو کی ماں نہیں ہو سکتی، بہن ہو سکتی ہے''۔(۵)

اور پھر چند اور ماہرین کے حوالوں سے اس رائے کو مزید تقویت ملتی ہے:

''موجودہ زمانہ کے ماہریں لسانیات یعنی پروفیسر موسیو جیولس بلاک، پروفیسر ٹرنر، پروفیسر بیلی، پروفیسر چڑجی اور ڈاکٹر سید محی الدین قادری کی تحقیقات کی رو سے اُردو کا سرچشمہ وہ زبان ہے جو پنجابی اور برج بھاشا دونوں کی ماں تھی۔ یعنی وہ پراکرت زبان جو مسلمانوں کی آمد کے وقت پشاور سے لے کر الہ آباد تک بولی جاتی تھی''۔(۶)

آیئے اب اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ یہ جو پنجاب سے دہلی اور ہندوستان کے دیگر علاقوں میں گئے تھے، کون لوگ تھے اور کہاں سے آئے تھے؟ اور ان کی زبان کیا تھی؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ پنجابی بذات خود کوئی ایسی الگ زبان نہیں جس نے ہندوستانی زبانوں یا اُردو کو متاثر کیا ہو۔ یہ وہی اُردو ہے جو ہند و ہندوستان کی مناسبت سے پہلے ہندی و ہندوی یا ہندوستانی کے نام سے یاد کی گئی ہے اور پھر دوسرے علاقوں کی نسبت سے

اس کو دیگر علاقائی نام بھی دیے گئے ہیں جس میں پنجاب کی نسبت اس کو پنجابی کہا گیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس پنجابی کی تشکیل میں بھی سب سے نمایاں کردار پشتونوں کا رہا ہے۔ جس پر ہم آئندہ صفحات میں بات کریں گے۔

پنجابی اور اُردو یا ہندی کی مماثلت اور لسانی اشتراک پر اسی لیے تو مباحثے ہوئے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں اور آگے جا کر ایک ہی زبان کے دو نام ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا نے بھی لکھا تھا کہ:

"The nominal (noun) system of Punjabi is very close to that of Hindi"(7)

''پنجابی کا اسمیاتی نظام ہندی کے بہت قریب ہے''۔

اور پھر گریئرسن نے بھی ہندوستانی کا تاثر پنجابی پر دکھایا ہے! وہ کہتے ہیں کہ:

"Hindostani is now superseding panjabi, Panjabi is one of the inner languages, but it contains many forms which have survived either from dardic or from an outer dialect"(8)

ترجمہ:

''ہندوستانی اب پنجابی زبان کی جگہ لے رہی ہے۔ پنجابی داخلی زبانوں میں سے ایک ہے۔ لیکن یہ زبان کئی ایسی شکلوں پر مشتمل ہے جو داردی(Dardic) زبانوں یا خارجی زبانوں میں سے ہو سکتی ہے''۔

اس لحاظ سے اُردو کو پنجابی پر اولیت حاصل ہے۔ جیلانی کامران کی یہ تحقیق درست ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:

''اسلامی ہندوستان میں مسلمانوں کے تہذیبی ارتباط و اختلاط سے جو زبان پیدا ہوئی اسے ایک طویل عرصے تک ہندوی کے نام سے پکارا گیا تھا، جسے حافظ محمود شیرانی نے اُردو ہی کا ابتدائی روپ قرار دیا ہے۔ تاہم اگر اسلامی ہندوستان کے دور میں مسلمانوں کے تمدن کے پھیلتے ہوئے سلسلے کا جائزہ لیا جائے تو یہ احساس ہوگا کہ جہاں کہیں مسلمانوں کا تمدن پہنچا، ہندوی ان کے ہمراہ وہاں پہنچتی رہی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کو مقامی طور پر کسی دوسرے نام سے بھی پکارا گیا۔ پنجاب میں اس زبان کی صورت غیر منقسم رہی اور اگر یہ کہا جائے کہ پنجابی ہندوی ہے اور اس طرح اُردو زبان ہی کی ایک صورت ہے تو غلط نہ ہوگا۔ حافظ محمود شیرانی نے اس ضمن میں اٹھارھویں صدی کے دو شاعروں کی تحریروں کی طرف اشارہ کیا ہے جن کے نام ہیں، نامدار خان اور محمد غوث۔ ان شاعروں سے دو مرثیے منسوب ہیں جو سکھ سرداروں کی موت پر لکھے گئے تھے؟ نامدار

خان نے رنجیت سنگھ کے دادا سردار چڑت سنگھ کی ناگہانی موت پر پنجابی میں مرثیہ کہا تھا اور محمد غوث نے سردار گور بخش سنگھ کی موت پر غم زدہ اشعار کہے تھے۔ ان دونوں مرثیوں کی زبان (۱۷۷۴ء اور ۱۷۸۳ء) لسانی اعتبار سے اس عہد کی اُردو ہے، مثلاً چڑت سنگھ کے مرثیے کا ایک شعر یہ ہے:

افسوس ہے جہاں کے ثبات وقرار پر
اس باغ بے وفا کی خزاں اور بہار پر

اور گور بخش سنگھ کر مرثیے کا ایک شعر یوں ہے:

بہار اندر آیا تھا باغ جہاں
قضا سوں پڑی جھول باد خزاں

اسی طرح بلھے شاہ کا یہ مصرعہ ''اب ہم گم ہوئے پریم نگر کے شہر'' اور وارث شاہ کی غزل کا یہ شعر بھی قابل ذکر ہے:

جس دن سے ساجن بچھڑے ہیں اس دن کا دل بیمار ہویا
اب کٹھن بنا کیا فکر کروں گھر بار سبھی بیزار ہویا

عہد اکبری کے مشہور پنجابی صوفی شاعر مادھو لال حسین کا یہ مصرعہ بھی غور طلب ہے:

''ہائے ہائے جہاں پکارتا ہے سمجھ کھیڈ بازی شاہ حسین پیارے''

اسلامی ہندوستان کے شمالی صوبے میں زبانوں کا لسانی منظر جہاں تہذیبی اثرات اور رابطوں کی نشاندہی کرتا ہے وہیں اس منظر سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ تہذیبی طور پر آگرہ، دہلی اور لاہور میں ایک ہی لسانی فضا تھی اور مقامی زبانوں کے بدلتے ہوئے روپ اس سارے منطقے کو ایک تہذیبی وحدت میں منسلک کرتے ہیں۔ تاہم اس سلسلے میں یہ بات اہم ہے کہ مقامی زبانیں شاعری ہی کے مضامین استعمال کرتی تھیں اور ان مضامین کے بدلتے انداز کے ساتھ ان زبانوں کا مستقبل وابستہ تھا۔''(۹)

جان بیمز پنجابی کے ساتھ گجراتی بھی ہندی یا اُردو سے متاثر بلکہ مملوکہ زبان قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"In chronological sequence we may place the Hindi with its subsidiary forms Gujirati and Punjabi"(10)

ترجمہ:

''زمانی ترتیب سے گجراتی اور پنجابی کو ہم ہندی کی مملوکہ زبانوں میں رکھ سکتے ہیں''۔

چونکہ پنجاب کی سرزمین میں قوت انجذاب زیادہ ہے اس لئے یہاں جو لوگ بھی آئے اپنے اثرات چھوڑ گئے۔ یہ بات ڈاکٹر جمیل جالبی نے زیادہ وضاحت سے کی ہے:

> ''پنجاب، جس کا نام بھی مسلمانوں کا رکھا ہوا ہے ہمیشہ سے مختلف اقوام کی آماج گاہ یا راہگزر رہا ہے۔ اس لیے اس علاقے کی زبان پر دوسرے علاقوں کی زبان کے مقابلے میں، سب سے زیادہ بیرونی الفاظ سب سے پہلے داخل ہو کر جزوِ زبان بن گئے۔ دراوڑوں سے پہلے کی منڈا قوم سے لے کر مسلمانوں کی آمد تک یہ سلسلہ ہمیشہ اور مسلسل جاری رہا ہے۔ اسی لیے یہاں کے لوگوں میں جذب وقبول، مہمان نوازی، کھلے دل سے نئی باتوں اور نئی چیزوں کو قبول کرنے کا رجحان زیادہ رہا ہے''(۱۱)

یہی وجہ ہے کہ خود اہل پنجاب نے باہر سے آنے والی اقوام کی زبانوں کے اثرات قبول کیے ہیں اور باہر سے پنجاب میں آنے والی اقوام کون تھیں؟ تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ پشتونوں نے پنجاب میں ہر دور میں اپنے گہرے اثرات چھوڑے ہیں اور پھر ملتان تو تھا ہی پشتونوں کا۔ اس لئے سب سے زیادہ اثرات ملتان پر ہیں۔

اس سلسلے میں کچھ اشارے تو ڈاکٹر جمیل جالبی نے کیے ہیں جنہوں نے پنجاب کو آئے ہوئے مسلمانوں میں ملتان وسرحد کو بھی شامل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

> ''پنجابی لہجہ آہنگ، تلفظ اور محاورہ شروع ہی سے اُردو زبان کے مزاج اور خون میں شامل رہا ہے۔ اُردو کو اہل پنجاب ہی نے اپنے سینے سے دودھ پلا کر پالا پوسا، اور بڑا کیا ہے۔ اُردو کی روایت اور تاریخ میں پنجاب اسی طرح شامل ہے جس طرح انسانی رگوں میں اندر دوڑتے ہوئے تازہ خون میں سرخ وسفید جسیمے۔ تاریخ گواہ ہے کہ شمال سے، جو لوگ دکن، گجرات اور مالوہ کی طرف گئے اور وہ لوگ بھی جو دہلی میں آباد ہوئے جن میں بادشاہوں سے لے کر سپاہی پیشہ ور دوسرے سب طبقوں کے لوگ شامل تھے، پنجاب وملتان وسرحد کی طرف سے آ کر برصغیر کے طول وعرض میں پھیلے تھے۔ اسی لئے پنجابی اور اُردو کے تعلق کو دیکھنے کے لیے نہ صرف ان مشاہیر کی خدمات کا جائزہ لینا ہوگا۔ جو تمام عمر پنجاب میں رہے بلکہ ان کا بھی جو پنجاب سے جا کر سارے برعظیم کے طول وعرض میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے جوہر دکھاتے رہے''۔(۱۲)

ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی نے پنجابی زبان کو مشرق ومغرب میں تقسیم کر کے ان مباحث کو اور بھی پھیلایا ہے۔ اس زبان کا نام پنجابی سے پہلے لاہوری بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''بعد میں اس علاقے کی زبان کا نام ''پنجابی'' مشہور ہوا۔ یعنی لاہور کی بجائے پنجابی زبان کا لفظ عام ہوا...... تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی تعلقات کی بنا پر مغربی پنجاب، کابل اور قندھار کے ساتھ

ملحق رہا ہے۔ جبکہ مشرقی پنجاب مدھیہ دیش کا اہم حصہ تھا...... پنجابی محققین کی نظر میں پنجابی زبان کی تین شکلیں ہیں۔ ایک پنجابی جس کا علاقہ لاہور راولپنڈی، جالندھر اور دوسرے درمیانی علاقوں پر مشتمل ہے۔ اس کو مشرقی پنجابی بھی کہا جاتا ہے۔ ملتان ڈیرہ جات اور پشاور میں جو زبانیں بولی جاتی ہیں، اس زبان کو پنجابی محققین پنجابی زبان کی دوسری قسم مغربی پنجابی کہتے ہیں"۔(۱۳)

ان بیانات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خود پنجابی زبان جن زبانوں سے متاثر ہے ان میں سب سے ممتاز پشاور اور افغانستان کی زبان پشتو ہے۔ اس کی بنیادی وجہ وہی پشتونوں کا پنجاب میں توطن ہے۔ پنجابی نے اُردو پر جو اثرات مرتب کیے ہیں، پشتونوں اور ان کی زبان کا اس میں بہت بڑا حصہ ہے۔ آیئے مزید تائید کے لئے چند ماہرین لسانیات کے بیانات کا تجزیہ کرتے ہیں۔

سید محمد محمود رضوی محمور اکبر آبادی کہتے ہیں:

''پنجابی جس بولی کا نام ہے اس میں عربی، پشتو، اُردو کے بے شمار الفاظ مسخ شدہ صورت میں موجود ہیں اور اس بنا پر یہ بولی اُردو سے بہت قریب ہے''(۱۴)

سینیٹی کمار چڑجی دہلی میں پنجابیوں کی آمد ترک اور افغان فاتحین کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

''ترک افغان فاتحین کے ساتھ پنجابی مسلمان دہلی میں اپنی وہ بولی بولتے آئے جو شمال مغربی علاقوں کی بولی سے حد درجہ مشابہت رکھتی تھی۔ انہوں نے اس زبان کو جو اب کاروبار کی زبان بن گئی تھی۔ لہجہ و آہنگ دیا اور اس کے نقش و نگار بنانے سنوارنے میں اہم کردار ادا کیا''۔(۱۵)

سید قدرت نقوی اُردو پر پاکستان کی علاقائی زبانوں کے تاثر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ ان علاقائی زبانوں سے تو اُردو زبان کے ذخیرے میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، براہی وغیرہ کے بہت سے الفاظ اُردو میں داخل ہو چکے ہیں اور ہوتے رہے ہیں بلکہ پنجابی اور پشتو کے الفاظ تو عہد قدیم ہی سے شامل ہیں۔ ان علاقوں نے عہد قدیم ہی سے اُردو کو اپنایا ہے''۔(۱۶)

نقوی صاحب نے اُردو پر اثر انداز ہونے والی عہد قدیم کی زبانوں میں پنجابی اور پشتو کا تذکرہ کیا ہے لیکن ہم اس بات پر کافی بحث کر چکے ہیں کہ پنجابی کی قدامت ہی اتنی نہیں کہ اُردو پر عہد قدیم سے اثر انداز ہوتی۔ پنجابی تو اصل میں اسی اُردو کا ایک نام ہے، جو معمولی تغیر کے ساتھ الگ زبان سمجھی گئی ہے۔ البتہ عہد قدیم سے اُردو پشتو کے اثرات کے حوالے سے نقوی صاحب کی رائے بجا ہے۔ اس رائے کی صداقت کے لئے سینکڑوں دلائل موجود ہیں۔

پروفیسر صداقت حیات نے اُردو پر پنجابی اور پشتو کے اثرات کی بات ماضی نہیں بلکہ حال اور مستقبل کے حوالے سے کی ہے وہ لکھتے ہیں:

اگرچہ مستقبل کے بارے میں یقین سے بات نہیں کی جاسکتی لیکن زبانوں کے معاملے میں اقوام کے حالات دیکھ کر یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کون سی زبان کن زبانوں سے متاثر ہوسکتی ہے۔اس تناظر میں صداقت حیات کی بات درست ہے اور ویسے بھی اب پنجابی کو ایک الگ اور وسیع زبان کی حیثیت حاصل ہے۔لہذا اُردو پر ماضی میں اثر انداز ہونے والی زبانوں میں پشتو کے ساتھ پنجابی ملانے کی تُک نہیں بنتی البتہ مستقبل میں یہ بعید از قیاس نہیں ہے۔

پشتو زبان نے پنجابی کو اس لیے متاثر کیا ہے کہ پنجاب ہمیشہ پشتونوں کی آماجگاہ رہا ہے۔روسی محقق یوری گنکوفسکی تو پنجابیوں کی قومی تشکیل میں بھی پشتونوں کے عمل دخل کا قائل ہے۔گنکوفسکی لکھتے ہیں:

''پشتونوں نے بھی پنجابیوں کی نسلیاتی ساخت پر اثر ڈالا۔یہ عمل گیارھویں صدی سے پہلے غزنویوں اور بعد میں غوریوں کی فوجوں کے ذریعے ہوا جو دریائے سندھ کو پار کر کے پنجاب پہنچی تھیں۔دہلی کے سلطانوں کی افواج میں بھی ہزاروں پٹھان سپاہی تھے۔برصغیر کے شمال مغرب میں پشتونوں کی آمد کا ثبوت مقامات کے نام پیش کرتے ہیں۔چودھویں صدی کے شروع میں ہمیں دوسرے جغرافیائی ناموں کے ساتھ افغان پور بھی ملتا ہے۔افغان فوجوں کے سپہ سالاروں کی قوت اور ہنر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ۴۲-۱۳۴۱ء میں شاہ افغان نے ملتان پر قبضہ کرلیا تھا''۔(۱۸)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حافظ محمود شیرانی کے بقول دہلی میں جو پنجابی مسلمان اپنی بولی لے گئے ہیں ان میں ایک طرف تو براہ راست پشتون شامل تھے اور دوسری طرف خود اہل پنجاب کی زبان پشتونوں سے متاثر تھی۔لہذا اُردو کی تشکیل اگر دہلی میں ہوئی ہے تو بھی پشتونوں کا کردار اس میں نمایاں ہے اور اگر دکن میں یہ زبان علمی و ادبی شکل اختیار کرگئی ہے تو بھی پشتونوں ہی کی وجہ سے ہے۔البتہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اُردو کی تشکیل وتعمیر میں پنجاب کا نمایاں ترین کردار رہا ہے جو ہماری تاریخ کا حصہ ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ شیرانی، حافظ محمود، پنجاب میں اُردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء، ص

۲۔ بخاری، ڈاکٹر سہیل، اُردو کی زبان، فضلی سنز پرائیوٹ لمیٹڈ ۱۹۹۷ء، ص۱۲۲۔

۳۔ قریشی، وحید ڈاکٹر، پاکستانی قومیت کی تشکیل، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۸۴ء، ص۱۲۲۔

۴۔ زور، محی الدین قادری ڈاکٹر، بحوالہ زبان اور اُردو زبان، مئولفہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری حلقہ، نیاز ونگار اکتوبر ۱۹۹۵ء، ص ۴۸، ۴۹۔

۵۔ ہاشمی، نصیر الدین، دکن میں اُردو، ترقی، اُردو بیورونئی دھلی، ۱۹۸۵ء، ص ۳۶۔

۶۔ ایضاً ص ۳۶۔

۷۔ Indo-Aryan Languages, in Encyclopaedia Britianica

۸۔ Grierson (G.A), Linguistic Servey of Pakistan V.I.P. 119

۹۔ کامران، جیلانی، قومیت کی تشکیل اور اُردو، مقتدر قومی زبان اسلام آباد ۱۹۹۲ء ص ۴۷، ۴۸۔

۱۰۔ John Beames comparative grammer of the modern Arian language of India V-I, London 1872 P.120

۱۱۔ جالبی، جمیل، ڈاکٹر، تاریخ ادب اُردو (جلد اول) ص ۵۹۹۔

۱۲۔ ایضاً ص ۵۹۳۔

۱۳۔ سندھی، عبدالمجید میمن، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۹۲ء، ص ۳۱۸۔ ۳۲۰۔

۱۴۔ مخمور اکبر آبادی، سید محمد محمود رضوی، اُردو زبان اور اسالیب (جلد اول)، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ آل پاکستان ایجوکیشن کانفرنس کراچی، ۱۹۶۱ء، ص ۱۶۸۔

۱۵۔ چٹرجی (ایس کے)، انڈو آرین اور ہندی، گجرات ۱۹۴۲ء، ص ۱۶۸۔

۱۶۔ نقوی، سید قدرت، لسانی مقالات (حصہ دوم) مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول اگست ۱۹۸۸ء، ص ۱۲۸۔

۱۷۔ حیات، صداقت پروفیسر، لسانیات، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز لاہور (سن اشاعت ندارد)، ص ۴۴۔

۱۸۔ ترقی ماسکو سوویت یونین، ۱۹۷۶ء، ص ۱۱۲، ۱۱۳۔